KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

آپ بیتی

ایک مرغابی کی آپ بیتی

میں ایک مرغابی ہوں اور میرا تعلق سائبریا کے سرد خطے سے ہے۔ اس سال سردیوں کے موسم میں ہم نے اپنے علاقے کی سردی سے بچنے کے لئے ہجرت کی اور پاکستان آئے۔ پہلی دفعہ میں نے اتنا بڑا سفر طے کیا اور ایک طویل سفر کے بعد ہم نے دریائے سوات کے کنارے چکدرہ کے مقام کو قیام کے لئے چنا۔ یہ دسمبر کا مہینہ تھا اور ادھر بھی سردی پڑ رہی تھی لیکن یہ خشک سردی تھی۔ دریائے سوات کے کنارے بہت سارے گھر آباد تھے۔ سردیوں کے موسم میں پانی کا بہاؤ انتہائی کم تھا لیکن دریا کا پانی انتہائی صاف اور شفاف تھا۔ دریا کے نیلگوں سطح پر تیرتے ہوئے بڑا مزہ آتا تھا لیکن کبھی کبھار دل میں اپنے وطن کی یاد انگڑائی لیتی تو ماحول بھی افسردہ دکھائی پڑتا تھا۔

ایک دن جب جنوری کے مہینے کی شروعات تھی۔ آسمان پر رات سے بادل چھائے تھے۔ صبح صادق کے وقت گرج چمک کے ساتھ ہلکی بوندا باندی شروع ہوئی۔ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ سطح آب پر تیر رہا تھا کہ دریا کے کنارے کھیتوں میں سے دو افراد نمودار ہوئے۔ اُن کے ہاتھوں میں بندوق تھے اور ایک کتا اُن سے آگے آگے بو سونگھتا جا رہا تھا۔ ہمارے ڈار میں سے ایک بزرگ مرغابی نے کہا کہ خبردار یہ لوگ ہماری شکار کے لئے آئے ہیں۔ لہٰذا چوکنے رہو۔ اچانک وہ دونوں بندوق والے غائب ہوگئے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے انہیں نہ پا کر اُن سے غافل ہوئے اور صاف و شفاف پانی میں تیرنے کا مزہ لیتے رہے۔ کبھی کبھی ہم پانی میں ڈبکی بھی لگا لیتے۔ اچانک بارش تیز ہوگئی اور ماحول مزید مزہ دینے لگا۔ بارش کی بوندیں تیزی سے برس رہی تھی۔ لہٰذا اس شور میں ہم کو ایک آہٹ سی سنائی دی اور اچانک ہمارے ڈار کے بزرگ مرغابی نے زور سے چلا کر کہا کہ اُڑو خطرہ ہے۔ ہم فوراً اُڑ گئے لیکن ابھی ہم نے ہوا میں اچھی طرح پر پھیلائے بھی نہ تھے کہ ایک شکاری نے جو پہلے سے بندوق تانے کھڑا تھا نے ہم پر فائر کر دیا۔ ہمارا ایک ساتھی تو اُسی وقت ہی گر پڑا اور ہم افراتفری کے عالم میں ادھر اُدھر اُڑ گئے۔ جب مجھے پتہ چلا! کہ میں خطرے کے حدود سے نکل آئی ہوں تو میں اپنی طرف متوجہ ہوئی۔ مجھے اُڑنے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنا جائزہ لیا تو میرے دائیں ٹانگ پر معمولی زخم تھا اور اُس سے خون رس رہا تھا۔ میرے اوسان خطا ہوئے لیکن قریب ہی درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا اور میں نے ادھر ہی پناہ لی۔ ان درختوں میں بہت سارے پرندوں کا بسیرا تھا اور اس میں ہر نسل کا پرندہ موجود تھا۔ کبوتر، بلبل، چڑیا، مینا، کوا وغیرہ۔ مجھے زخمی حالت میں دیکھ کر سب بہت گھبرائے اور مجھے ایک گھنے درکت میں لے گئے۔ ادھر اب ہم محفوظ تھے۔ سارے پرندے دن رات میری تیمارداری میں لگے رہے ہیں۔ ہفتہ دو ہفتہ میں اُن کے بیچ میں رہی۔ مجھے اُن کے بیچ کوئی اجنبیت محسوس نہ ہوئی اور اُن پرندوں کا بھی مجھ سے اُنس پیدا ہونا فطری امر تھا۔ میں ان پرندوں کے ساتھ اُڑتی تھی۔ اِن کے ساتھ کھیتوں سے دانہ چنتی تھی اور ان ہی کے درختوں میں ان کے

www.perfect24u.com

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

ساتھ رہتی تھی۔ سارے پرندے ہر رات اکٹھے ہو کر میرا دل بہلانے کے لئے کہانیاں سناتی تھی۔ میں بھی اُن کو سائبریا کے موسم کی عجیب وغریب داستانیں سناتی جو پرندے کافی دلچسپی اور حیرانگی سے سنتی تھی۔

آخر کار مارچ کا مہینہ شروع ہوا اور میرے جانے کا وقت قریب آیا۔ جب میں نے پرندوں کو اپنے جانے کا فیصلہ سنا دیا تو سب دل تھام کے رہ گئے۔ سب میرے اس فیصلے پر ناخوش تھے۔ اُس رات ایک بھی پرندے نے کھانا نہیں کھایا۔ سب پرندے مجھ سے التجائیں کر رہے تھے کہ میں نہ جاؤں۔ ہر پرندہ اپنی بھرپور تعاون کا یقین دلا رہا تھا لیکن مسافروں کو تو ایک دن جانا ہی پڑتا ہے اور میں ٹھہری اس ملک میں مسافر مجھے تو لازماً یہ ملک چھوڑنا تھا۔ اگلے دن جب میں نے اُڑنے کے لئے پر کھولے تو سارے پرندے زار و قطار رو رہے تھے اور مجھے الوداع کہنے میرے ساتھ کئی کوس تک اُڑتے رہے۔ آخر اُن کی ہمت جواب دے گئی میں اکیلی اپنے ملک روانہ ہوئی۔

ایک قلم کی آپ بیتی

میں ایک قلم ہوں۔ میرے برانڈ کا نام پیانو ہے اور میں سید انجینئر کے زیرِ نگرانی کراچی کی ایک فیکٹری میں بنا۔ فیکٹری میں موجود چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں نے مجھے اور میرے بہت سارے ساتھیوں کو پیک میں بند کر کے گودام میں رکھ دیا۔ دوسرے دن فیکٹری کی گاڑی آئی اور ہم کو گودام سے اُٹھایا اور سیدھے ہم کو مارکیٹ لے آیا۔ یہ سٹیشنری کی بہت بڑی مارکیٹ تھی۔ یہاں روزانہ لاکھوں روپے کا کاروبار ہوتا تھا۔ ہم کئی دن تک اس مارکیٹ میں پڑے رہے۔ ایک دن سوات کے ادھیانہ مارکیٹ سے سٹیشنری کا کاروبار کرنے والا ایک دکاندار آیا اور ہم سب کو خرید کر سوات لے آیا۔

سوات میں ہم اُس کے دکان میں بہت تنگ الماری میں پڑے رہے۔ یہ ایک چھوٹی سی دکان تھی اور اس میں گنجائش سے زائد سامان رکھا گیا تھا۔ ایک دن دکاندار نے اُس پیکٹ کو نکالا جس میں، میں پڑا تھا اور شوکیس پر رکھے ہوئے بال پوائنٹ پاٹ "Ball Point Pot" میں مجھے دیگر ساتھیوں سمیت ڈال دیا۔

ہم کئی دن تک اُس "Pot" میں پڑے رہے۔ ایک دن ایک سفید ریش شخص دکان میں آنکلا اور آتے ہی مجھے اُٹھایا۔ شوکیس پر پڑے سفید کاغذ پر اُس نے میری مدد سے اپنا نام لکھا اور جب اُنہیں تسلی ہوئی کہ میری صحت ٹھیک ہے تو اُس نے دکاندار کو میری قیمت ادا کر دی اور مجھے سامنے جیب میں اٹکا کر رکھ دیا۔

اب میں روزانہ اُس کی جیب میں اٹکا رہتا تھا۔ رات کو وہ اپنے مطالعے کی میز کے ساتھ کرسی لگا کر بیٹھ جاتا تھا اور مجھے نکال کر وہ اپنی ڈائری میں میری مدد سے اپنے تمام دن کی روداد لکھتا تھا۔ اُس کی کہانی بڑی دلچسپ ہوتی تھی۔ جب وہ کپڑے تبدیل کرتا تھا تو مجھے بھی بٹوے کے ساتھ جیب سے نکلنا پڑتا تھا اور دوسری جیب میں بٹوے کے ساتھ منتقل ہونا پڑتا تھا۔ میرا اور بٹوے کا ساتھ اب مستقل ہو گیا تھا۔ میں نے کئی دن تک اپنے مالک کا بھرپور ساتھ دیا لیکن میرا مالک مجھ سے بہت زیادہ کام لیتا تھا اور میرے جسم کا خون جو سیاہی کی شکل میں موجود تھا وہ خون ختم ہونے لگا۔

www.perfect24u.com

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

آخری دنوں میں میری رفتار میں عجیب سی تیزی پیدا ہوئی۔ میں اپنی رفتار کو دیکھ کر خود بھی حیران تھا۔ میرا مالک بھی میری یہ کارکردگی دیکھ کر مجھ سے بہت خوش تھا۔ اُس کی لکھائی کا کام روانی اور صفائی کے ساتھ جاری رہتا تھا اور پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ ایک رات جب میرے مالک نے مطالعے کی میز سے کرسی لگا دی اور اُس پر بیٹھ کر عینک لگائی۔ اپنی ڈائری کھول کر جب اُس نے لکھائی کی غرض سے میرا سر ہٹا دیا تو میں بمشکل چار پانچ سطروں تک چل سکا۔ میرے مالک نے ایک ردی کاغذ پر میرے منہ کو زور زور سے رگڑا لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ اُس نے اپنا کام ادھورا چھوڑا اور مجھے میز پر رکھ کر سو گیا۔ میں بھی اپنی کارکردگی سے سخت خفہ ہوا کہ آج پہلی بار میرا مالک بغیر کچھ لکھے سونے جا رہا ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اور اپنی صحت کے بارے میں مجھے فکر لاحق رہی۔

اگلے دن میرے مالک نے مجھے اُٹھایا اور مجھے اُسی دکاندار کے پاس لے گیا۔ اُس سے پوچھا کہ آیا اس قلم میں سیاہی ڈالی جا سکتی ہے۔ دکاندار نے نفی میں سر ہلایا اور میرا دل دھک سے رہ گیا۔ میرے مالک نے اُسی وقت شوکیس پر پڑے Ball Point Pot سے ایک اور میرا ہم شکل بھائی خریدا اور مجھے قریب ہی پڑے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔

ایک گھوڑے کی آپ بیتی

میں ابلق نسل کا ایک گھوڑا ہوں اور میں عراق کے شہر کرکوک میں پیدا ہوا۔ میں نے جب جوانی کی دنیا میں قدم رکھا تو میں بہت طاقتور اور خوبصورت تھا۔ میرے بال بہت گھنے اور لمبے تھے۔ میری دُم بھی دراز تھی۔ میرے پیر انتہائی مضبوط تھے اور میں انتہائی برق رفتاری سے فاصلہ طے کرتا تھا۔

میرا مالک عراق کی فوج میں جرنیل تھا۔ وہ میری دیکھ بھال بہت اچھے طریقے سے کرتا تھا۔ ایک دن پاکستان سے ایک فوجی وفد عراق آیا تھا۔ میرے مالک نے اُس وفد کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا تھا۔ لہٰذا وہ وفد میرے مالک کے ہاں رات کا کھانا کھانے کے لئے آئے اور رات بھی اُدھر ہی گزاری۔ صبح میرے مالک نے اُس وفد میں سے گھوڑوں کا شوق رکھنے والے ایک میجر کو ہمارے اصطبل لے آئے۔ میجر کا نام وقاص درانی تھا۔ وقاص درانی مجھے پسند کرنے لگا۔ وہ میرے طاقتور جسم کی بے حد تعریفیں کر رہا تھا۔ میرا مالک سمجھ گیا کہ مہمان کو میرا گھوڑا پسند آ گیا ہے لہٰذا اُس نے مجھے مہمان کو تحفے میں دیدیا۔ وقاص درانی نے بے حد شکریہ کے ساتھ مجھے قبول کیا اور وہ مجھے عراق سے پاکستان لے آیا۔ میجر وقاص درانی کا گھر حویلیاں میں تھا۔ اُس نے مجھے اپنے گھر میں بنائے ہوئے اصطبل میں رکھا۔ میجر وقاص درانی کا ایک سائیس تھا جس کا نام سجاد تھا لیکن لوگ اُس کو سجو چاچا کہتے تھے۔ سجو بھاری بھرکم وجود کا مالک تھا اور اصطبل کے سارے جانوروں کے ساتھ بڑی رحمدلی سے پیش آتا تھا۔ وقت پر ہمیں چارہ دیتا تھا اور وقت پر ہمیں پانی دیتا تھا۔ میرا مالک میجر وقاص ہر شام ریس کورس گراؤنڈ میں مجھے لے جاتا اور مجھے گھوڑ دوڑ کے لئے تیار کرانے کی مشقیں کرواتا۔ میجر وقاص میری رفتار اور طاقت کو دیکھتا تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ آخرکار گھوڑ دوڑ کا مقابلہ قریب آیا۔ کراچی ریس کورس گراؤنڈ میں یہ مقابلہ منعقد

www.perfect24u.com

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

ہونا تھا۔ میرا مالک مجھے میری طاقت اور رفتار کی وجہ سے 4 by 4 کہتے تھے اور ٹورنامنٹ میں بھی میرے اسی نام سے انٹری تھی۔ مقابلے سے دو دن پیشتر ہم کراچی پہنچے۔ ایک دن آرام کی اور دوسرے دن میجر وقاص درانی نے مجھے کراچی ریس کورس گراؤنڈ کے ٹریک پر دوڑایا تاکہ میں مقابلے سے پہلے اُس ٹریک سے مانوس ہو جاؤں۔

مقابلہ شروع ہونے میں دو منٹ باقی تھے۔ ہم اپنے مقررہ ٹریک پر تیار کھڑے تھے۔ میجر وقاص درانی نے میرے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور میں نے سر اُٹھا کر اُس کو بتا دیا کہ مالک میں تجھے مایوس نہیں کروں گا۔ مقابلہ شروع ہوا۔ پہلے چکر میں مجھ سے تین گھوڑے آگے تھے۔ دوسرے چکر میں مجھ سے صرف ایک گھوڑا آگے تھا لیکن تیسرے اور آخری چکر میں، میں نے تمام گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور ریس جیت لی۔ میرے مالک کو مقابلہ انتظامیہ کی طرف سے ٹرافی اور ایک لاکھ روپے نقد انعام ملا اور ہم خوشی خوشی کراچی سے حویلیاں لوٹ آئے۔ آتے ہی میرے مالک نے بجو چچا سے کہا کہ میرے شیر کو آج خوب کھلاؤ پلاؤ اس نے ہمارا نام روشن کیا ہے۔

اگلے دن میرے مالک نے جیت کی خوشی میں پارٹی کا اہتمام کیا تھا جس میں اُس کے سارے دوست مدعو تھے۔ مجھے بھی اس خوشی میں شامل کیا گیا تھا اور پھولوں کے ہار اور سہرے مجھ پر ڈالے گئے تھے۔ سارا دن خوب ہلہ گلہ رہا۔

دن ہنسی خوشی سے گزرتے رہے۔ میں اپنے مالک کے ساتھ بہت خوش تھا۔ میں نے کئی مقابلوں میں اول، دوسری اور تیسری پوزیشنیں حاصل کی لیکن آخر کار میرے جوانی کے دن ختم ہوئے اور میں بڑھاپے کی طرف بڑھنے لگا۔ دو ریس ہارنے پر تو میرا مالک خاموش رہا لیکن جب میں نے مسلسل تیسرے مقابلے میں بُری شکست کھائی اور پندرہ گھوڑوں میں گیارہویں نمبر پر آیا تو میرا مالک بہت دلبرداشتہ ہوا۔ اُس رات گھر پہنچ کر اُس نے بجو چچا سے کسر پھسر کی اور اگلے دن بجو چچا نے مجھے نزدیک ہی ایک گاؤں میں ایک کوچوان کے ہاتھوں بیچ دیا اور تب سے بڑھاپے کے ساتھ ہی میرے بدنصیبی کے دن شروع ہوئے۔ کوچوان روزانہ مجھ سے تانگہ کھینچواتے تھے اور بہت کم خوراک دیتے تھے۔ اب میری صحت جواب دے گئی ہے اور میں موت کے انتظار میں ہوں۔ واقعی جب تم کسی کے کام کے نہ رہو تو لوگوں کی دلچسپی تم میں نہیں رہے گی۔

ایک سائیکل کی آپ بیتی

میں ایک سائیکل ہوں۔ میں چین کے صوبے سنکیانگ میں ایک سائیکل بنانے والے کارخانے میں تیار ہوا۔ سنکیانگ چونکہ پاکستان کی سرحد سے ملحقہ صوبہ ہے لہٰذا یہاں پاکستانی تاجر تجارت کی غرض سے آتے ہیں۔ میں فیکٹری کے گودام میں اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ پڑا تھا کہ ایک پاکستانی آیا اور مجھے میرے سینکڑوں ساتھیوں سمیت خرید کر پاکستان لے جانے لگا۔ ہم سنکیانگ سے ست بارڈر پر پہنچے۔ وہاں پر میرے تاجر کے دیگر سامان تجارت کے ساتھ میرا اور میرے ساتھیوں کا بھی جانچ پڑتال ہوا اور پھر ہم وہاں سے گلگت پہنچے۔ گلگت سے ہم براستہ بشام، الپوری پہنچے اور وہاں سے ہم کو سوات لایا گیا۔ سوات میں چائینہ مارکیٹ کے ایک دکاندار نے مجھے اور میرے

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

30 ساتھیوں کو خریدا اور ہم کو اگلے دن چائینہ مارکیٹ اپنے دکان کے بارہ سجا دیا۔ ایک ہفتہ بعد ایک شخص ہمارے دکان میں داخل ہوا جس کے ساتھ اُس کا پندرہ سالہ بیٹا نعمان بھی تھا۔ نعمان آٹھویں جماعت میں اول آیا تھا اور اُس کا والد وعدے کے مطابق اُس کے لئے انعام میں سائیکل خرید رہا تھا۔ دکاندار نے نعمان کے والد کو مجھے اور میرے دیگر ساتھیوں سے ملایا۔ نعمان کے والد کی نظر کرم مجھ پر پڑی اور اُس نے مجھے خرید لیا۔ نعمان کے والد نے قیمت ادا کر کے مجھے اپنی موٹر کار کے چھت پر باندھ لیا اور ہم اُن کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ نعمان کا گھر دریائے سوات کے کنارے ایک پُر فضا مقام پر تھا۔ گاؤں کا نام ہزارہ تھا جو سوات سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ گھر پہنچتے ہی نعمان نے مجھے چھت سے اُتارا اور سیدھے باہر لے گیا۔ محلے کے بہت سارے لڑکے میرے گرد جمع ہو گئے۔ نعمان نے میرے ہینڈل تھامے تھے اور وہ کسی کو بھی مجھے ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔

بچے حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور کئی ایک کی تمنا تھی کہ مجھے ذرا سا چھو لیں کہ میں کس طرح محسوس ہوتا ہوں لیکن میرے مالک کی خفگی اُن کی راہ رکاوٹ تھی اور کوئی بھی میرے مالک سے خفگی مول نہیں لینا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت وہ محلے کے لڑکوں کا سردار تھا میری بدولت۔ کچھ دیر بعد نعمان مجھے گھر لے آیا اور میرے لئے جو جگہ اُس نے مخصوص کی تھی اُدھر مجھے کھڑا کیا۔ پہلی رات مجھے اپنے دوستوں سے بچھڑنے کا شدید غم تھا لیکن آہستہ آہستہ میں نئے دوست نعمان کی دوستی میں اِتنا ڈوب گیا کہ میں اپنے ساتھیوں کو بھول گیا۔

نعمان میرا انتہائی دیکھ بھال کرتا تھا۔ ہر ہفتے وہ مجھے دریائے سوات پر لے جا کر میری صفائی کرتا۔ میرے ایک ایک پرزے سے گرد اور مٹی کو جھاڑ لیتا تھا۔ پانی سے مجھے صاف کرتا۔ ایک دن نعمان کو محسوس ہوا کہ میں چلنے میں ذرا سست پڑ گیا ہوں لہٰذا ایک پڑوسی کے مشورے پر وہ مجھے سائیکل مکینک کے پاس لے گیا۔ اُس ظالم نے میرے کل پرزے کھول دیئے اور میرے ایک ایک پرزے کو گریس سے صاف کیا اور دوبارہ میرے جسم کے حصے جوڑ دیئے۔ نعمان جب مجھے واپس گھر لے آ رہا تھا تو میں بہت تیزی سے چل رہا تھا اور اب نعمان کو بھی مجھے چلانے میں دقت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ نعمان روزانہ مجھے سکول بھی لے جاتا تھا۔ چھٹی کے وقت انتہائی رش ہوتا تھا اور میں ڈھیر ساری گاڑیوں کے بیچ میں سے نکلتا تھا۔ میرا مالک بہت لاپرواہ ڈرائیور تھا۔ کئی بار ہم حادثے سے بال بال بچ گئے تھے لیکن ایک دن ہماری جو شامت آئی کہ سامنے سے آنے والے ایک تیز رفتار موٹر نے ہم کو ٹکر ماری اور میں نعمان سمیت ایک گڑھے میں جا گرا۔ ہم دونوں کو ہوش نہیں رہا۔ موٹر والا رحم دل انسان تھا۔ اُس نے مجھے مکینک سے ٹھیک کروایا اور نعمان کا علاج ہسپتال سے کروا کر ہم دونوں کو گھر پہنچا دیا۔ نعمان کی والدہ بہت سخت طبیعت کی مالک تھی۔ اُس نے نعمان پر مکمل پابندی لگوائی کہ وہ آئندہ سائیکل نہیں چلائے گا۔ تب سے میں اپنی جگہ کھڑے بیکار ہو رہا ہوں اور نعمان مجھے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔

ایک گھڑی کی آپ بیتی

میں سیٹیزن کمپنی جاپان کی بنائی ہوئی ایک گھڑی ہوں۔ آج سے دس سال قبل میں وجود میں آئی اور

www.perfect24u.com

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

مارکیٹ میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ لائی گئی۔ مارکیٹ میں تقریباً میں ایک ہفتہ سے پڑی رہی کہ کراچی سے آئے ہوئے ایک تاجر جو کہ زیب النساء سٹریٹ کراچی میں گھڑیوں کا کاروبار کرتا تھا، نے مجھے میرے دیگر ساتھیوں سمیت خریدا اور دو دن بعد وہ مجھے جاپان سے کراچی لے آئے۔

کراچی میں اُس کا دُکان بہت خوبصورت تھا۔ دُکاندار نے مجھے ساتھیوں سمیت شیشے کے شوکیس میں ویلوٹ کے کپڑے پر سجا کر رکھ دیا۔ میں اُدھر کئی دن تک پڑی رہی۔ دکان میں موجود چھوٹا لڑکا روزانہ صبح ہمارے شوکیس سے گرد جھاڑتا تھا اور میری صفائی بھی نرم و ملائم ٹشو پیپر سے کرائی جاتی تھی۔ وہاں پر میں تقریباً بور ہو چکی تھی۔

ایک دن گورنمنٹ ڈگری کالج تیمر گرہ کے طالب علم سٹڈی ٹور پر پروفیسر عبدالرشاد کی سرپرستی میں آئے تھے۔ یہ لوگ شام کے وقت زیب النساء سٹریٹ کراچی میں "Window Shoping" کر رہے تھے کہ پروفیسر عبدالرشاد اُس دکان میں داخل ہوئے جہاں میں اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ شوکیس میں پڑی تھی۔ پروفیسر صاحب کی نظریں مجھ پر پڑی۔ اُس نے ہاتھ کے اشارے سے دکاندار کو سمجھایا۔ دکاندار نے مجھے شوکیس سے نکال کر پروفیسر صاحب کے سامنے شوکیس کے اوپر رکھ دیا۔ پروفیسر صاحب نے نہایت احتیاط سے مجھے اُٹھا کر جوہری کی طرح اُلٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کیا اور پھر دکاندار سے میری قیمت پوچھی۔ دکاندار نے قیمت بتائی۔ پروفیسر صاحب نے تھوڑی رعایت مانگی جو دکاندار نے بخوشی دے دی اور مجھے پیک کر کے پروفیسر صاحب کے حوالے کیا۔ پروفیسر صاحب نے نہایت احتیاط کے ساتھ مجھ کو اپنے بیگ میں رکھ دیا جہاں مجھے دو دن تک اُس نے حبس بے جا میں رکھا۔ آخر کار یہ لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوئے اور اگلے دن پروفیسر صاحب نے کالج جانے کی تیاری مکمل کی اور مجھے احتیاط سے پیکنگ سے نکالا اور کلائی پر پہن کر اوپر نیچے سے مجھے دیکھا۔ میں اُس کی کلائی پر بالکل Fit تھی گھر والوں نے پروفیسر صاحب کو مبارکباد دی۔ کالج میں بھی دیگر پروفیسر صاحبان نے عبدالرشاد صاحب کو اتنی خوبصورت گھڑی کی مبارکباد دی۔ پروفیسر صاحب میری انتہائی دیکھ بھال کرتے تھے۔ رات کو سوتے وقت وہ مجھے کلائی سے نکال کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے جہاں میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ پروفیسر صاحب کا ایک شرارتی بیٹا تھا جو پروفیسر صاحب سے آنکھ بچا کر مجھے اکثر اوقات تکیہ کے نیچے سے نکال دیتا تھا۔ وہ مجھے بہت تنگ کرتا تھا۔ اکثر میں اُس کے ہاتھوں سے گر پڑتی تھی اور مجھے بہت تکلیف پہنچتی۔ پہلے پہل تو پروفیسر صاحب میری بڑی دیکھ بھال کرتے تھے لیکن بعد میں اُن کی دلچسپی مجھ میں آہستہ آہستہ کم ہونے لگی اور ایک دن جب اُس کے بیٹے نے مجھے اُٹھایا اور میں اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور سیدھی سیمنٹ کے فرش پر آن گری۔ میرا شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو گیا اور میری سوئیاں ایک جگہ اٹک گئی۔ پروفیسر صاحب نے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور مجھے اُن سے لیکر اگلے دن ایک گھڑی ساز کے ہاں انتہائی سستے داموں بیچ دیا۔ بس یہی سے میری بدنصیبی اور زوال کے دن شروع ہوئے۔ گھڑی ساز نے مجھے زخمی حالت میں ایک چھوٹے سے شوکیس میں رکھ دیا جس پر سارا دن سورج کی کرنیں پڑتی تھی اور مجھے تنگ کرتی تھی۔ ایک دن ایک شخص گھڑی ساز کے پاس میری جیسی گھڑی لے آیا جس کی مشینری میں فرق تھا۔ گھڑی ساز نے مجھ سے کچھ پُرزے نکال کر اُس میں ڈال دیئے

www.perfect24u.com

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

اور میری آخری سانسیں اُس گھڑی کو دیکر اُس کو زندہ کیا اور میرا خالی خول واپس شوکیس میں رکھ دیا۔ میں آج بھی اُس شوکیس میں پڑی ہوں اور اس بات پر گواہی دے رہی ہوں کہ:

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

ایک بکرے کی آپ بیتی

میں کوہستانی نسل کا ایک بکرا ہوں۔ میں نے دیرِ کوہستان کے ایک کسان کے ہاں جنم لیا۔ اُس کا گھر پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ میں نے جب سے آنکھ کھولی تب سے میں اور میرے دس پندرہ دیگر ساتھی، ایک گائے اور دو بھیڑیں ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بندھے ہوئے تھے۔ چونکہ سردیاں تھیں اور برف باری ہو رہی تھی لہٰذا ہماری خوراک بہت کم مقدار میں ہم کو مل رہی تھی۔ گائے کے ہاں بھی تازہ بچھڑا پیدا ہوا تھا لہٰذا زیادہ خوراک اُس کے حصے میں چلی جاتی تھی۔ میں تو ابھی چھوٹا تھا اور چارہ کھانے سے قاصر تھا لہٰذا میری ماں مجھے تھوڑا بہت دودھ پلا دیتی تھی۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے لگا اور موسم تبدیل ہوا۔ پہاڑوں کے دامن سے برف پگھل گئی اور بہار کی آمد نے پھولوں کی گھنٹیاں بجادی۔ ہر طرف ہرا ابھرا گھاس نظر آنے لگا۔ کسان کی چھوٹی بیٹی ماموئی روزانہ ہمیں چرانے لے جاتی تھی۔ میں چونکہ ابھی چھوٹا تھا لہٰذا ماموئی مجھے اکثر گود میں لیکر پھرتی تھی۔ اس کو مجھ سے بے حد پیار تھا۔ مجھے بھی اُن کی گود میں بڑا مزہ آتا تھا۔ دن رات آرام سے گزر رہے تھے۔ میں نے اب جوانی کی دنیا میں قدم رکھ دیئے تھے اور میرے پاؤں اب مضبوط ہو چکے تھے۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے سینگ بھی نکل آئے تھے۔ میں ہر وقت کسی سے ٹکر لینے کے موڈ میں رہتا تھا۔ کبھی کبھار مستی میں آکر میں درختوں سے اپنے سینگ ٹکراتا تھا۔ ماموئی کی دلچسپی اب مجھ میں نہ رہی کیونکہ میں اب اُس کو بہت تنگ کرتی تھی۔ وہ مجھے ایک طرف لے جانے کی کوشش کرتی تو میں دوسری طرف بھاگ جاتا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی ہوتی تھی۔ وہ مجھے مارنے کے لئے لپک پڑتی تو میں چٹان پر چڑھ جاتا اور وہ تھک ہار کر کسی درخت کے نیچے آرام کرنے بیٹھ جاتی لیکن جب گھر جانے کا وقت آجاتا اور اندھیرا بڑھنے لگتا تو میں خود بخود اپنے ریوڑ میں واپس چلا آتا تھا کیونکہ اوپر گھنے جنگل میں ہمارے بہت سارے دشمن تھے لیکن ہمارے مالکوں اور روشنی کے ڈر سے وہ نیچے آنے کی جرأت نہیں کر پا رہے تھے۔ ایک دن میں غلطی سے بہت دور چلا گیا تھا اور پھر مجھ سے راستہ گم ہو گیا اور میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ اچانک میرا سامنا برفانی چیتے سے ہوا۔ میرے اوسان خطا ہوئے اور میں وہاں سے بھاگ نکلا۔ برفانی چیتا مجھ سے زیادہ فاصلے پر تھا لیکن اُس کی رفتار بہت تیز تھی اور قریب تھا کہ وہ مجھے اپنی خونیں پنجوں میں دبوچ لیتا لیکن تھوڑا سا نیچے آنے کے بعد وہاں کچھ لوگ درخت کاٹ رہے تھے جن کی آواز پا کر برفانی چیتا نیچے آنے کے بجائے واپس ہو گیا اور تب میری جان میں جان آئی۔ گرتے پڑتے میں اپنے ساتھیوں تک پہنچا اور اُسی دن میں نے توبہ کر لی کہ میں آئندہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

ایک سال بعد ہمارا مالک مجھے اور میرے پانچ اور ساتھیوں کو باہر لے آئے۔ ہمارے اوپر مہندی لگا

دی گئی اور دیر کے بازار میں ایک بیوپاری کے حوالے کیا گیا۔ بیوپاری نے ہمارے مالک کو ڈھیر سارے روپے دیئے۔ بیوپاری نے پہلے سے بہت سارے بکرے اور دنبے جمع کر رکھے تھے۔ رات ہم سب کو اُس نے ایک میدان میں اکٹھا کیا اور ایک ٹرک آ گیا۔ ہم سب کو زبردستی ٹرک میں ڈالا گیا۔ میں نے بہت زور لگایا کہ میں کسی طرح بھاگ جاؤں لیکن بیوپاری بہت ہوشیار اور ظالم تھا۔ اُس نے مجھے کانوں سے پکڑا اور پھر گود میں اُٹھا کر ٹرک کے اندر پھینک دیا۔ مجھے بہت درد محسوس ہوا اور مجھے پہلی بار پتہ چلا کہ انسان اپنے مفاد کے لئے کسی بھی مخلوق سے بڑی بے رحمی سے پیش آتا ہے۔

تمام رات سفر کرنے کے بعد ہم تین بجے پشاور پہنچے لیکن ابھی اندھیرا تھا۔ ہم کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ صبح نمک منڈی سے ایک بڑی مونچھوں والا شخص آیا اور مجھے میرے کچھ ساتھیوں سمیت خریدا اور پھر ہم کو خیبر بازار لے گیا۔ وہ شخص اتنا ظالم تھا کہ اُس نے ہمارے سامنے میرے تین ساتھیوں کو ذبح کر ڈالا۔ ہم اُس کو تڑپتے دیکھ رہے تھے لیکن اُس شخص کو ہماری تکلیف کا احساس نہیں تھا۔ پہلی بار مجھے ماموں کے وہ چھوٹے چھوٹے نرم ملائم ہاتھ یاد آئے جس پر وہ میرا جسم سہلاتی تھی اور میری آنکھوں سے آنسو کے دو بڑے بڑے قطرے گر پڑے۔ مجھے اب اس دنیا سے جانا ہوگا کیونکہ میری موت میرے سامنے تھی۔ میرے ساتھی تو خوش قسمت تھے کہ میں نے اُن کے لئے آنسو بہائے لیکن کل جب یہ ظالم شخص میرے گلے پر چھری پھیرے گا تو میرے پیچھے رونے والا کوئی نہیں ہوگا۔

ایک سویٹر کی آپ بیتی

میں ایک لیمبز وول Lambswool سویٹر ہوں۔ آسٹریلیا کے شہر سڈنی سے 50 کلومیٹر دور ایک قصبہ تھا جہاں ایک شخص نے بہت ساری بھیڑیں پال رکھی تھی۔ اُن بھیڑوں سے وہ ہر سال اون بھی حاصل کرتا تھا اور بیچتا تھا۔ سڈنی ہی میں اس اون سے سویٹرز، مفلر، دستانے اور جرابیں بنتی تھی۔ میں بھی اسی کمپنی کی پیداوار ہوں اور میرے جسم میں استعمال ہونے والا اُون اُسی شخص کے بھیڑوں کی تھی۔

تین اکتوبر 1955ء کو ہم اس کارخانے سے پیک ہو کر مارکیٹ میں آ گئے۔ 5 اکتوبر 1955ء کو پاکستان میں ہولناک زلزلہ آیا اور ساری دنیا سے زلزلہ زدگان کے لئے مدد کی اپیل کی گئی۔ یہ اپیل اقوام متحدہ کی طرف سے تھی۔ آسٹریلوی حکومت نے کمبل، سویٹرز اور خوراک کی شکل میں دو جہاز امداد فوری طور پر پاکستان روانہ کر دی۔ ان سویٹرز میں، میں بھی شامل تھا۔ آسٹریلوی امداد سے بھرے یہ جہاز اسلام آباد کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر اُترے۔ آسٹریلوی حکام نے یہ سامان پاکستانی فوجی حکام کے حوالے کیا اور اگلے دن ہم کو ٹرکوں میں ڈال کر متاثرہ جگہ روانہ کیا گیا۔ شام کو ہم بالاکوٹ پہنچے۔ دو دن بعد کاغذی کارروائیوں کے بعد ہمارے پیکٹ کھول دیئے گئے اور ہم کو متاثرین میں تقسیم کیا جانے لگا۔ ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی اور ڈسٹرکٹ کوارڈینیٹر

KPK MORE BOOKS, NOTES VIST NOW: PERFECT24U.COM

اپنے ہاتھوں سے متاثرین میں سویٹرز اور کمبل تقسیم کر رہے تھے۔ میری باری آئی تو ایک نوجوان لڑکا جس کا نام گلاب خان تھا اُن کے ہاتھوں میں مجھے تھما دیا گیا۔ گلاب خان مجھے لیکر گھر آیا لیکن موسم ابھی اتنا ٹھنڈا نہیں تھا لہٰذا اُس نے مجھے سنبھال کر رکھ دیا۔ گلاب خان کا گھر زلزلے سے کافی حد تک متاثر ہو چکا تھا۔ ایک مہینے بعد سردی کی شدت میں اضافہ ہوا اور گلاب خان نے مجھے نکال کر پہن لیا۔ پہلی بار میں نے کھلی فضا میں سانس لیا۔ اردگرد کے مناظر انتہائی خوبصورت تھے۔ بعض درخت خزاں رسیدہ تھے لیکن سدا بہار درختوں پر ہریالی تھی۔ پہاڑ نے اردگرد وادی کو گھیر رکھا تھا لیکن ماحول پر موت کا سناٹا تھا۔ موت نے مہینہ قبل یہاں بھیانک رقص کیا تھا اور بہت سارے لوگ اس کی نذر ہو چکے تھے۔

گلاب خان میرا اتنا خیال نہیں رکھتا تھا۔ وہ اکثر وضو کرتے ہوئے مجھے بڑی بے دردی سے اُتارتا تھا اور پہنتا تھا۔ اکثر اوقات وہ مجھے جسم سے اُتار کر جہاں چاہتا پھینک دیتا اور پھر مجھے اُدھر ہی بھول جاتا۔ ایک دن تو حد ہو گئی۔ اُسنے مجھے کرکٹ گراؤنڈ میں چھوڑ دیا چونکہ وہ باؤلنگ کر رہا تھا اور اپس کی باؤلنگ میں رکاوٹ بن رہا تھا لہٰذا اُس نے مجھے اُتار کر گراؤنڈ کے کنارے رکھ دیا اور پھر وہی بھول گیا۔ اگلے دن صبح جب اُسے سردی کا احساس ہوا تو اُس کو میری یاد آ گئی اور وہ دوڑا گراؤنڈ چلا آیا۔ یہ تو اُس کی خوش قسمتی تھی کہ میں کسی اور کے ہاتھ نہیں لگا۔ وہاں سے اُٹھا کر اُس نے مجھے پہن لیا۔ تقریباً دو سال تک وہ مجھے استعمال کرتا رہا۔ گرمیوں میں وہ مجھے ایک ٹین کے صندوق میں بند کر دیتا اور سردی آتے ہی مجھے نکال دیتا لیکن تیسرے سال جب اُس نے مجھے ٹین کے اُس پرانے صندوق سے نکالا تو چوہے نے میرے جسم کو کتر ڈالا تھا۔ لہٰذا گلاب خان نے میرا استعمال چھوڑ دیا۔ گلاب خان کی ماں نے قینچی کی مدد سے میرے آستین کاٹ ڈالے اور مجھے ایک بکری کو پہنا دیا۔ مجھے اپنی اس بے عزتی پر سخت افسوس ہوا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ہر چیز اپنی افادیت کھو دیتی ہے۔ سو میں نے بھی اپنی قسمت پر صبر کیا اور انسان کو فائدہ پہنچانے کے بعد جانوروں کے کام بھی آنے لگا۔

+++++++++++++++++++

www.perfect24u.com